تجزیہ

پروفیسر تاثیر وجدان

جمہوریت کے مقتل کی لاشوں کے نام

رفتی بہ بزم غیر نکونامئی تو رفت
ناموسِ صد قبیلہ زیک خامیٔ تو رفت
اکنوں اگر فرشتہ نکو گویدت چہ سرد
در شہر صد حکایت بدنامیٔ تو رفت

ترجمہ: (تو اپنا موقف چھوڑ کر) بزم دشمناں میں جا ملا اور یوں تیری ساری نیک نامی ختم ہو کر رہ گئی۔ سو قبائل کی عزت و ناموس تیری صرف ایک غلطی کے باعث لٹ گئی۔ اب اگر آسمان سے فرشتہ بھی آکر تجھے نیک قرار دے تو کیا حاصل کہ شہر بھر میں تری ذلت و رسوائی کی سینکڑوں کہانیاں پھیل چکی ہیں (جن کا اب تیرے پاس کوئی مداوا نہیں)۔

مغربی جمہوریت کی ناز پیشہ دیوی کی ناز برداری اور رضا جوئی کے لئے گذشتہ دنوں ارضِ وطن کی سٹیج پر انتخابات کا جو ملک گیر ناٹک رچایا گیا اس کے منطقی نتائج دراصل وہ نہیں جن کا اعلان ملکی ذرائع ابلاغ نے مختلف سیاسی امیدواروں (یا سٹیج کی نسبت سے مختلف سیاسی اداکاروں) کی ہار جیت کی صورت میں کیا بلکہ اس کے حقیقی نتائج وہ ہوں گے جو مستقبل کے شام و سحر کی کسی ساز گار کروٹ کے ساتھ منظر عام پر آئیں گے اور جو قطعی اور آخری تعین کے ساتھ یہ بتائیں گے کہ جمہوری انتخابات کے اس قمار خانۂ زیاں میں کون کیا ہارا۔ اہل ایمان نے اپنی عزتِ ایمانی کا گنج گرانمایہ اتنی ارزانی اور بے ضمیری کے ساتھ کیوں لٹا دیا اور خدا پرستوں کے وہ سر، جن کے سجدوں نے حرم کعبہ کو آباد کیا تھا وہ مغربی جمہوریت کے سومنات میں اتنی تعظیم و عقیدت کے ساتھ کیوں جھک گئے۔

سچ پوچھیں تو انتخابات کا یہ عبر تناک، چشم کشا اور حوصلہ شکن منظر دراصل ایک مقتل ہے جس میں علماء دینِ محمد ﷺ کی لاشیں بے گور و کفن پڑی دکھائی دیتی ہیں۔ قاضی حسین احمد، مولانا فضل الرحمن، مولانا سمیع الحق، مولانا نورانی اور کئی چھوٹے بڑے عالم اور علماء جمہوری انتخابات کی اس شکار گاہ میں آکر صید زبوں ثابت ہوئے اور ہمیشہ کے لئے فنا کے گھاٹ اتر گئے جن کی شکست خوردہ اور مردہ شخصیتوں کو دیکھ کر بھی لوگوں نے پھٹکاریں ہی بھیجیں۔ ہمدردی اور دلجوئی کا ایک آنسو بھی نہ بہایا۔

علماء کرام! صبح ازل طے پانے والے پیمان وفا یعنی پیمان الست کے سب سے بڑے امین اور محافظ آپ تھے۔ انبیاء کے عقیدہ و عمل کی عظمتوں اور فضیلتوں اور ان کی روحانی زندگی کی روایات حسنہ کے عظیم وارث آپ تھے (العلماء ورثۃ الانبیاء)۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے قرآن کریم اور ان کی سنت عظیمہ کے اتنے بڑے عارف و عالم کہ جن کا مقام انبیاء بنی اسرائیل کے برابر مانا گیا آپ تھے (علماء امتی کانبیاء

بنی اسرائیل)۔ اسلامی علوم و معارف اور عقائد و افکار کی عہد بہ عہد منتقل ہونے والی گرانقدر میراث کے مالک اور اجارہ دار اور اس میراث غیر فانی کے مفسر و مبلغ آپ اور اس کے ذریعے اولادِ آدم کا تزکیۂ نفس کرنے والے معلم اور مزکی آپ تھے.............. یہ تھی آپ کی ہستی کی مثالی (IDEAL) حیثیت اور اس کا تعین اور اب دیکھیئے آپ کے گرامی قدر وجود کی واقعاتی (REAL) حیثیت کیا ہے؟ علماء کرام! اسلام کا سیاسی نقطۂ نظر جس کی تجسیم جس کے ترجمان اور جس کے نمائندہ آپ تھے یہ تھا کہ پوری کائنات میں اقتدار اعلیٰ صرف اللہ کو حاصل ہے۔ حکمران مطلق وہ ہے باقی سب بتانِ آذری ہیں۔ اسلام کے شورائی اور انتخابی نظام کے ذریعے خلافت تشکیل دینا اور خلیفتہ اللہ فی الارض کے ذریعے کرۂ ارض کے پورے تمدن اور پوری معاشرت کو اجتماعی عدل و توسط دے کر اسے امن و خوشحالی کا دائمی گہوارہ بنادینا یہ تھا آپ کا نصب العین۔ علماء کرام! آپ کی تیرہ نصیبی کہ آپ نے اسلام کے اس سیاسی نقطۂ نظر اور لائحہ عمل کی دھجیاں اڑادیں۔ انتخابات میں آپ نے اپنے سیاسی اور دینی نظام کی موجودگی میں، مغربی جمہوریت کے لادینی نظام سے اپنا قلبی ناطہ جوڑا اور اسے اپنے ایمان کا حصّہ بنالیا۔ اور اسطرح آپ شرک کے مرتکب ہوئے۔ آپ کا تو ایک ہی نصب العین ہونا چاہیے تھا اور دن رات ایک ہی دھن آپ کے سر پر سوار رہنی چاہیئے تھی وہ یہ کہ ہر وقت ہر جگہ ہر قسم کے حالات میں قرآن و حدیث کے سیاسی نظام کی بالادستی کا اعلان کرتے اور صبح و شام بلاانقطاع لوگوں کو اخلاص اور رضائے الٰہی کی دعوت دیتے رہتے۔ مغرب کے نام نہاد جمہوری نظام کے مقابلے پر جس جمہوری قبا میں بقول اقبال قیصریت کا دیو استبداد چھپا ہوا ہے، اسلامی نظام کا علم پورے استقلال و استقامت کے ساتھ بلند رکھتے۔ جمہوریت کے نظامِ کفر کو "لا" کی ضرب فاتحانہ سے توڑتے اور "الا" کے نعرۂ حق سے اپنے نظام کا اثبات کراتے۔ اس کشمکش میں اگر ایک عَلَم بردار حق کٹ جاتا تو دوسرا اس عَلَم کو آگے بڑھ کر تھام لیتا وہ بھی کٹ جاتا تو تیسرا اس عَلَم کو تھام لیتا اور یوں فیض کے لفظوں میں وہ عہد وفا پورا ہوجاتا جس کی حرمت و عزت کی حفاظت کا کام ہر دور میں وفادارانِ حق نے اپنی جانوں پر کھیل کر ہمیشہ سرانجام دیا ہے

قتل گاہوں سے چن کر ہمارے عَلَم ۔۔۔ اور نکلیں گے عشاق کے قافلے
جن کی راہِ طلب سے ہمارے قدم ۔۔۔ مختصر کر چلے درد کے فاصلے
کر چلے جن کی خاطر جہانگیر ہم ۔۔۔ جاں گنوا کر تری دلبری کا بھرم

علماء کرام! یوں بھی ہو سکتا تھا کہ اسلامی تاریخ کی تابناک روایت کے مطابق آپ میں سے ہر دینی جماعت کا امیر جمہوریت کے مقابلے پر، اسلام کے سیاسی نظام کا سبز علم آخر تک اپنے ہاتھوں میں بلند رکھتا، ہاتھ کٹ جاتے تو اپنے لنجے بازوؤں میں اسے تھام لیتا اور جب بازو بھی کٹ جاتے تو اپنے دانتوں میں دبا لیتا حتیٰ کہ جسم پیچھے سے دو ٹکڑے کردیا جاتا۔ یہ ہے جنگ موتہ کی عظیم کہانی۔ یہ ہے آپ کی مستقل مزاجی کی جانبازانہ تاریخ، یہ ہے اسلام کے ان سخت جان، فاقہ کش اور سر باز دیوانوں کی غیر فانی سنتِ عمل جنھیں تاریخ انسانی نے صحابۂ رسول کا نام دیا۔ اور جو جریدۂ علم پر اپنے اٹل دوام کو ثبت کر کے چھوڑ گئے۔ ثبت است بر جریدۂ عالم

علماءِ کرام! اپنے ملک کے جس دستور کے مطابق آپ نے انتخابات میں شرکت کی اس کے تمہیدی حصے (Preamable) میں یہ الفاظ درج ہیں

Whereas the Soverignty of the entire Universe belongs to the Almighty Allah.

ساری کائنات کے اقتدار اعلیٰ کو اللہ قادرِ مطلق سے منسوب کروانے کا یہ عظیم فیصلہ بھی آپ لوگوں کی کوششوں سے ہوا تھا تو پھر آپ نے اللہ کے اقتدار اعلیٰ کے اس تصور کو بوقت انتخاب عمل میں کیوں نہ ڈھالا آپ مغرب کے جمہوری نظام کے تحت منعقد ہونے والے فاسدانہ انتخابی عمل میں شریک ہو کر اس کی صداقت کے گواہ کیوں بنے۔ اسے اپنے عمل سے سچا ہونے کا سرٹیفیکیٹ کیوں عطا کر دیا۔ مغربی جمہوریت میں رائے دہندگان یعنی عوام کو جو اقتدار اعلیٰ کے مالک ہونے کی ایک حیثیت حاصل تھی اسے آپ نے قبول کر لیا۔ علماء کرام یہ بات یاد رکھیں کہ اشتراکی اور سرمایہ دارانہ جمہوریت دونوں کا اصل الاصول یہی ہے کہ رائے دہندگان یعنی عوام تاریخ کی ایک فیصلہ کن دائمی قوت ہیں۔ وہی مختار مطلق ہیں اور وہی اقتدار اعلیٰ کے مالک۔ آپ نے جمہوریت کو تسلیم کر کے اسی دوسرے اقتدار اعلیٰ کے سامنے سر جھکا دیا۔ حد ہو گئی مفاہمت کی، جہاں غیر مشروط مزاحمت کی ضرورت تھی وہاں آپ نے غیر مشروط مصالحت کو اپنا لیا۔ ع..... وہ ناداں گر گئے سجدوں میں جب وقت قیام آیا۔ ذرا دیکھیے یہ کسی عوامی فرد ہی کی مختاری مطلق کا اعلان ہے کہ

وہ خداؤ میری مختار غریبی سے ڈرو
قسمت مزرع و دانہ میری تحویل میں ہے

علماء کرام! مغرب کی جمہوری سیاست نے آپ کے اندر حرص و آز کے آتش کدے دہکا ئے، حُبّ مال اور حُبّ جاہ نے آپ کو اندھا کر دیا۔ قرون وسطیٰ کے زوال زدہ پادریوں کی عیاشی کے لئے بعض اوقات مملکت فرانس کا پورا خزانہ بھی ناکافی ہوتا تھا۔ آپ ان پادریوں سے مختلف سہی لیکن بہت زیادہ مختلف بھی نہیں۔ آپ کے موجودہ سفر کی سمت یہی ہے اور آخری منزل اسی طرف واقع دکھائی دیتی ہے۔ یہ کرولا، لینڈ کروزر اور پجارو گاڑیاں بلاخر اسی منزل کی طرف لے جائیں گی۔ کہاں ہیں آپ کے وہ آباواجداد جو سلطانی اور سکندری کو فقیری اور درویشی میں ڈھونڈا کرتے تھے۔ آپ نے دن رات وزارتوں سفارتوں اور نظر کو خیرہ کر دینے والے پر کشش مفادات کے لئے دوڑ لگا رکھی ہے۔ اور جوشِ مسابقت میں آگے بڑھتے ہوئے برسر اقتدار آنے والی مغربی جمہوریت کی دختر مشرق (جو جمہوریت کا ڈھول پیٹ پیٹ کر ہر غیر جمہوری حربہ آزمائے جا رہی ہے) کے قدموں پر اپنے باریش چہرے اور عماموں سے لپٹے ہوئے اپنے بزرگانہ سر رکھ دیئے اور عقیدت سے کہا "ترے پائے ناز پہ سر جھکا کے بس ایک سجدہ کریں گے ہم"۔ جوش عبادت کے اس تیز بہاؤ میں ندامت کا وہ لمحہ کبھی نہ آیا کہ اپنے جوش جنوں سے صرف اتنا سوال کر لیتے کہ

اے جوش جنوں ان قدموں کی عزت تو بڑھا دی سر رکھ کر
ہم کیسے اب اس ذلت کے احساس سے پائیں چھٹکارا

اسلام کے پیر کنعان کا روز سیاہ دیکھیے کہ اس کی آنکھوں کا نور یعنی اس کا یوسف، زلیخائے جمہوریت کی آنکھ کو روشن کرنے کے کام آیا۔

غنی روز سیاہ پیر کنعاں را تماشا کن
کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخا را

اور دوسری طرف محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جاں نثار صحابہ کی ارواح مقدسہ پریشان ہو کر آپ سے سوال کرتی رہی ہوں گی کہ

وفا آموختی ازما بکار دیگراں کردی
ربو ذی گوہرے ازما نثار دیگراں کردی

ترجمہ: تو نے وفا ہم سے سیکھی لیکن اس سے فائدہ دشمن کو پہنچایا۔ تابدار موتی ہم سے حاصل کئے لیکن انہیں اغیار کے قدموں میں ڈال دیا.................. علماء کرام افسوس کہ آپ کا دین لادین مغربی جمہوریت کے کام آیا۔

اے انبیاء بنی اسرائیل کے برابر تسلیم کئے جانے والے ظالمو! اے وارثان انبیاء کرام! آپ نے جمہوریت کو فروغ دینے میں واقعی بڑے ایثار سے کام لیا۔ آپ نے جدید ساخت کی انتہائی گراں بہا گاڑیوں کے ذریعے بڑے تیز رفتار سفر کئے، دن رات کی نمازیں چھوڑیں۔ تسبیح و تحلیل کے یومیہ معمولات چھوڑے، ووٹروں سے قرآن کا واسطہ دے کر جھوٹے وعدے کئے اور اپنی دینی جماعتوں سے جو وعدے کئے تھے ان کی دیدہ دلیری سے خلاف ورزیاں کیں۔ اسلامی نظام لانے کے لئے دھمالیں، بھنگڑے، آتش بازی، اشتہار اور ڈرامے بڑی ہی محنت سے استعمال کئے۔ اپنی بڑی بڑی تصویروں کے ذریعے اور اپنی شان میں گائے گئے نغموں اور ترانوں کے ذریعے اپنے شخصی بت تعمیر کروائے۔ اور اس طرح بڑی دین پروری کی۔ ذرا سوچیں کہ یہ انتخابی رذالتیں یہ ضلالتیں آپ کے مقام سے کوئی لگا بھی کھاتی ہیں؟

تو پھر مسئلے کا حل کیا ہے؟ حل یہ ہے کہ ہر مقام پر سیاست جدیدہ کی چکا چوند سے آنکھوں کو بچاؤ تاکہ دل متاثر نہ ہو، حبِّ مال اور حبِّ جاہ سے بچ جاؤ اور سچے نبی اور اسکے صحابہ کی سی فقیری اور درویشی اختیار کرو، اخلاص اور رضائے الٰہی کے لئے دن رات کوشاں رہو۔ قرون وسطیٰ کے پادریوں کے عیش و آرام کو نہ اپناؤ، تہذیب نفس کی منزل تک پہنچو کہ خرابی ساری میرے اور آپ کے اندر ہے، تہذیب بغیر تعذیب کے ممکن نہیں۔ سچے نبی اور صحابہ نے اذیتیں دیکھیں عذاب جھیلے، آپ بھی جھیلیں، اپنی تطہیر، تعزیر کو گلے لگائے بغیر ممکن نہیں۔ مسئلے کا حل مفاہمت نہیں مزاحمت ہے۔ جھوٹ سے کوئی سمجھوتہ نہیں کہ یہ سچ کی توہین ہے۔ عقیدے کے تزلزل اور تلون سے بچو، حق کے قیام کے لئے دائمی استقلال اور استقامت کو اپنے اندر پیدا کر لو، پھر سب کچھ ٹھیک ہے۔ اپنی دینی جماعتوں کو سیکولر جماعتوں کی پیروی نہ سکھاؤ، اپنا الگ تشخص قائم رکھو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے فدا کار صحابہ نے دینِ حق کے نَودمیدہ پودے کو زمین کی زیریں تہوں میں جمانے اور اسے پروان چڑھانے کے لئے اپنے خون اور ہڈیوں کو کھاد بنا کر مٹی میں اتار دیا۔ اب بھی

اسلامی انقلاب کو بار آور کرنے کا یہی ایک راستہ ہے۔ مسلسل دکھوں، اذیتوں اور مشقتوں سے اٹا ہوا راستہ۔ اب تو اے علماء کرام! ع..... راستے بند ہیں سب کوچۂ قاتل کے سوا۔ اس کی وجہ بڑی واضح ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ کے لئے جو نصب العینی منزل طے کی گئی ہے اس کی طرف جانے والی تمام راہیں سایہ دار درختوں سے قطعاً محروم ہیں

ع..... ہر راہ جو اُدھر کو جاتی ہے مقتل سے گزر کر جاتی ہے

اب ذرا مغرب کے عالمی سطح کے انتہائی سنجیدہ اور عالی دماغ مفکرین کی آراء اُس جمہوریت کے بارے میں پڑھئے جس کے سنگ آستاں پر ہمارے علماء نے اپنی پیشانیاں جھکا دیں.......

اس وقت میرے سامنے مشہور برطانوی ریاضی دان اور فلسفی برٹرینڈرسل کی کتاب "ہسٹری آف ویسٹرن فلاسفی" موجود ہے۔ یہ عالی دماغ فلسفی اور ریاضی دان مغربی جمہوریت کے بانی روسو پر تنقید کا آغاز صفحہ نمبر ٦٦٠ سے کر رہا ہے۔ مغربی جمہوریت کے اس بانی کے بارے میں اس کی رائے کی تلخیص حسب ذیل ہے۔

رسل، روسو کی جمہوریت میں پوشیدہ ننگی آمریت کو واضح کرنے کے لئے لکھتا ہے کہ روسو یورپ میں رومانویت (اعصابی خلل اور جنون و جذباتیت پر مبنی ایک تحریک) کا باپ سمجھا جاتا ہے۔ اس کا سیاسی عقیدہ یہ تھا کہ چیتے بھیڑوں سے زیادہ حسین و جمیل ہیں۔ رسل کا مطلب یہ ہے کہ رومان مزاج روسو دراصل درندگی کی قوت کے پرستاروں میں سے تھا۔

رسل اس کتاب کے صفحہ نمبر ٦٦٠ پر لکھتا ہے کہ روسو کا جمہوری تصور دراصل ایک آمریت ہے جس کا ظاہر جمہوری ہے لیکن باطن میں ہٹلر چھپا ہوا ہے۔

صفحہ نمبر ٦٦٩ پر لکھتا ہے، کہ روسو کی جمہوریت محض ایک زبانی جمع خرچ ہے، اس کے اندر دراصل مسولینی کے اٹلی اور ہٹلر کے جرمنی کا آمرانہ نظام پوشیدہ ہے۔

رسل صفحہ نمبر ٦٧٤ پر صاف صاف لکھتا ہے کہ روس اور جرمنی کے آمرانہ نظام (خصوصاً ثانی الذکر) بڑی حد تک روسو ہی کی جمہوری تعلیم کا نتیجہ ہیں۔

یہاں اس بات کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ فرانس میں روسو اور اس کے رفقائے کار کے لائے ہوئے انقلاب کی دو سو سالہ تقریب جو ۱۹۸۹ میں منعقد ہوئی تھی (انقلاب فرانس ۱۷۸۹ میں رونما ہوا تھا) اس میں محترمہ بے نظیر صاحبہ بھی شریک ہوئی تھیں اور وہ فرانس کی اس جمہوریت کو بہت خراج تحسین پیش کر کے آئی تھیں۔ ان کا یہ لفظی خراج اخباروں میں شائع ہوا تھا۔ آج بھی محترمہ سوشل کنٹریکٹ (معاہدہ عمرانی) اور جنرل وِل (عوامی منشا) وغیرہ کی جو اصطلاح بار بار استعمال کر رہی ہیں تو ان سے روسو کی کتاب سوشل کنٹریکٹ اور اس میں بار بار استعمال ہونے والی اصطلاح جنرل ول کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ گویا محترمہ کا سفر بھی آہستہ آہستہ جمہوریت کے راستے فرانس کی اسی آمریت کی جانب جاری ہے۔ علمائے کرام ذرا سوچئے آپ نے اسلام کے نفاذ کی امید کس خاتون سے لگا رکھی ہے۔

اب اسی جمہوریت کے بارے میں چند دوسرے مفکرین کی آراء دیکھئے.............. لندن یونیورسٹی کے

شعبہ فلسفہ کے پروفیسر جوڈ لکھتے ہیں...... سائنس کی رو سے ہر چیز کی قیمت اس کی کمیت کے لحاظ سے مقرر ہوتی ہے کیفیت کے لحاظ سے نہیں۔ سائنس عام ہوئی تو اسی اصول کو سیاست پر بھی منطبق کر لیا گیا۔ چنانچہ جمہوری طرز حکومت میں فیصلے سروں کی گنتی سے ہونے لگے، ہر سر ایک ووٹ۔ خواہ ایک سر فلسفی کا اور دوسرا گدھے کا کیوں نہ ہو۔ (Decadence Page. 115)

اسی یونیورسٹی کا پروفیسر الفریڈ کوبن جو عوام کو اقتدار اعلیٰ کا سرچشمہ نہیں مانتا جمہوری طرز حکومت پر تنقید کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

مغرب کی تباہی کا ایک بڑا سبب ان کا طرز جمہوریت ہے، ڈیماکریسی کا اصول یہ بتایا جاتا ہے کہ اس میں اقتدار اعلیٰ عوام کو حاصل ہوتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے عامتہ الناس کا منشا (WILL GENERAL) اپنا مستقل وجود رکھتا ہے۔ اس نظریہ کو صحیح تسلیم کرنے کا منطقی نتیجہ آمریت ہے۔ تاریخ شروع سے آخر تک یہی بتاتی ہے۔

(The Crisis of Civilisation, Page 68)

یہی پروفیسر ہمارے علماء جیسے عاشقان جمہوریت کو سمجھاتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

اگر کسی غلط بات کو لاکھ آدمی بھی صحیح کہہ دیں تو وہ صحیح نہیں ہو سکتی۔ جو چیز اخلاقی بنیادوں پر درست ہے وہی صداقت ہے، خواہ اس کی تائید میں ایک ہاتھ بھی نہ اٹھے۔

(The Crisis of Civilisation, Page 76)

فرانس ہی کا ایک عالمی سطح کا ایک فسلفی رینے گینوں (اسلامی نام شیخ عبدالواحد یحییٰ، وفات ۱۹۵۱) لکھتا ہے۔

اگر لفظ جمہوریت کی تعریف یہ ہے کہ لوگ خود اپنی حکومت آپ قائم کریں تو یہ ایک ایسی چیز کا بیان ہے جس کا وجود ناممکنات میں سے ہے۔ جو نہ کبھی پہلے وجود میں آئی اور نہ آج کہیں موجود ہے۔

(The Crisis of the Modern World, Page 106)

فرانس ہی کا ایک بین الاقوامی شہرت کا مفکر میرایو لکھتا ہے۔

جمہوریتیں مطلق العنان بادشاہوں سے بھی زیادہ اپنے جذبات کی غلام ہوتی ہیں۔

امریکہ کی ہارورڈ یونیورسٹی کا پروفیسر اوونگ ییبٹ لکھتا ہے۔

جمہوریت نظری طور پر تو اپنے آپ کو ایک مثالی نظام محسوس کر سکتی ہے لیکن عملی طور پر یہ ایک ناممکن نظریہ ہے۔

* پروفیسر ڈین انج تحریر کرتا ہے:

ایک مکمل جمہوریت بھی اس حد تک جمہوری نہیں ہو سکتی جس حد تک نظریۂ جمہوریت اسے جمہوری بناتا ہے۔

ایچ جے نیفکن سارے نظام ہائے حکومت میں سے جمہوریت کو ناکام ترین قرار دیتا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

تمام ناکامیوں میں سب سے بڑی ناکامی خود انسان کی ہے اور وہ ناکامی یہ ہے کہ وہ اپنے لئے آج تک کوئی

یسا نظام وضع نہیں کر سکا جسے دور سے بھی اچھی حکومت کہا جا سکے۔ اس سلسلے میں مختلف اسالیب میں سے سب سے زیادہ ناکام نظام جمہوریت رہا ہے۔ (Treatise on Right and Wrong, Page 23)

۱۹۴۷ میں اقوام متحدہ کی تحقیقاتی کمیٹی نے جمہوری نظام حکومت کی سائنٹیفک چھان بین کا بیڑہ اٹھایا اور اس نے پوری تحقیق کے بعد لکھا کہ دور حاضر میں سب سے زیادہ مہمل لفظ جمہوریت ہے، یہ سمجھنا غلط ہے کہ اکثریت کا فیصلہ غلطی سے پاک ہوتا ہے۔ وہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔

یہ تھا عصر حاضر کا جمہوریت کے بارے میں رد عمل، یہ تھیں یورپ کے عظیم دماغوں کی آرا جو جمہوریت کی ناکامی کو ہماری آنکھوں پر بے نقاب کرتی ہیں۔

اب میں اُن علماء کرام کی خدمت میں جو جمہوریت کے سحر کا شکار ہوئے، اور جو اپنے دین کی اہم سیاسی روایت سے عملاً منکر ہو گئے وہی اشعار پھر پیش کرنا چاہتا ہوں

رفتی بہ بزم غیر نکونامیٔ تو رفت
ناموسِ صد قبیلہ زیک خامیٔ تو رفت
اکنوں اگر فرشتہ نکو گویدت چہ سود
در شہر صد حکایت بدنامیٔ تو رفت

کتابیات

۱۔ قرآن کریم .... سچے نبی کے توسط سے پہنچا ہوا اللہ کا انعام لازوال

۲۔ ہسٹری آف ویسٹرن فلاسفی .... برٹرینڈ رسل

۳۔ انسان نے کیا سوچا .... غلام احمد پرویز

۴۔ روح عصر .... علی عباس جلالپوری

۵۔ روایتیں .... سراج منیر مرحوم

۶۔ کلیات اقبال اردو .... اقبال

۷۔ دعوت عمل (مضمون) .... عزیز محترم سید عطاء المحسن بخاری

۸۔ دینی جماعتوں کا منفی کردار (مضمون) .... حافظ صلاح الدین یوسف

فدائے احرار، عظیم مجاہد آزادی
مولانا محمد گل شیر شہید
مؤلف محمد عمر فاروق ؛ قیمت /۱۵۰ روپے

صاحب طرز ادیب، مفکر احرار
چودھری افضل حق رحمہ اللہ کی
نایاب اور اہم کتاب "شعور"
قیمت — ۳۵ روپے

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی

عن ابن شوذب قال: قال معاویہ

أَنَا أَوَّلُ الْمُلُوكِ وَآخِرُ خَلِيفَةٍ -

(البدایہ ص ۱۳۵ ج ۸)

ابن شوذب سے روایت ہے کہتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

میں پہلا بادشاہ ہوں اور آخری خلیفہ ہوں۔

سید نا عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی

لَا تَذْكُرُوا مُعَاوِيَةَ إِلَّا بِخَيْرٍ

(البدایہ ص ۱۲۲ ج ۸)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

معاویہ رضی اللہ عنہ تذکرہ بجز بھلائی کے نہ کرو

(یعنی بھلائی سے تذکرہ کرو برائی بیان نہ کرو)